

قرآن حکیم ————— اک ————— تعمیر اخلاق

(سمیع الحق)

بشکر یہ تعلیم القرآن سوسائٹی۔ ڈھاکہ

تعمیر اخلاق اور انسانی مجد و شرف کی تکمیل کے سلسلہ میں ان مذاہب کا یہ ایک اجمالی جائزہ تھا۔ اور اس سے واضح ہو گیا کہ ایسے بہم خرف، قومی علاقائی نسلی طبقاتی اور غیر فطری اخلاقی ضابطے تعمیر انسانیت جیسے نازک ترین کام کی ہرگز صلاحیت نہیں رکھتے۔ اب ہم اس بارہ میں قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

قرآن کریم اور انسان کے قوتِ علمیہ کی اصلاح | انسان میں خداوند تعالیٰ نے تین بنیادی قوتیں رکھی ہیں جنہیں علمائے اخلاق اور حکمائے اسلام نے تمام اچھے اور بُرے اخلاق کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ قوتِ علم، قوتِ غضب، قوتِ شہوت۔ ان تینوں قوتوں کے اعتدال سے بہترین صفات اور اخلاق حسنہ ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلی قوت انسان کے علمی فکری اور اعتقادی زندگی اور دوسری دوسری قوت انسان کی عملی زندگی کا منبع ہے۔ ان باطنی جبلتوں میں سے کسی ایک کا بھی نقطہ اعتدال سے ہٹ جانا بے شمار اعتقادی اور اخلاقی خرابیوں، ذہنی گمراہیوں اور اعمال ناسدہ کا سبب بن جاتا ہے۔ پھر ان تینوں صفات میں قوتِ علمی کی حیثیت اساس اور اصل الاصول کی ہے۔ اور انسان کی دیگر تمام حیوانی صفات کی اعتدال اور بے اعتدالی کا مدار قوتِ علمیہ کے اعتدال ہی پر ہے۔ اس قوت سے انسان کے نظریات اور اعتقادات پھوٹتے ہیں۔ یہی قوت باطنی احساسات، فطرت، ضمیر اور حاسۃ انسانی کو بیدار یا برباد کرتا ہے۔ قوتِ علمیہ کی بے اعتدالی افراط یا تفریط کے نتائج مکر و فریب، جہل، حماقت، ناتجربہ کاری، غلط روی، گمراہی، بد عقیدگی، دیوانگی، تذبذب، تشکیک، بدگمانی، عیاری طرازی، غباوت اور بلاوت کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ قرآن کریم سب سے پہلے ایمان اسلام اور

توحید کے ذریعہ اس قوت کو اعتدال میں لانا چاہتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان اچھے اور بُرے اقوال و افعال، بھوٹ اور سپاٹی، حق اور باطل کا آمد اور غرض چیزوں میں امتیاز کر سکے۔ حق اور باطل میں تمیز اور تفریق کی اس استعداد کو قرآن کریم حکمت اور فرقان کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ جو اخلاق فاضلہ اور اعتقادات صحیحہ کا سرچشمہ بن کر انسان کے اوپر دین اور دنیا میں خیر کثیر کے دروازے کھول دیتا ہے۔

قرآن کریم نے سب سے پہلے اخلاقی قوتوں کے اس منبع قوتِ علمیہ کی تصحیح کرنی چاہی اور اپنے جامع اور ہم گیر اندازِ بیان اور اعجازی اسلوب سے علم اور جہل حق اور باطل کے درمیان ایک واضح خطِ فاصلہ کھینچ دیا۔ قرآن کریم کے اس حصہ کو ہم "اعتقادات" کے نام سے پہچانتے ہیں۔ اسلام سے پہلے ساری دنیا قوتِ علمیہ کی بے اعتدالی کی وجہ سے جن اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہو کر اخلاقی انحطاط کی انتہا گہرائیوں میں جا گری تھی۔ قرآن کریم نے اُن تمام مفسد اور خرابیوں کا معجزانہ انداز میں ازالہ فرمایا۔ سب سے پہلی چیز ایمان و اسلام۔ اور خداوند کریم کی ذات و صفات کے بارے میں پاکیزہ اور نکھرا ہوا تصور، قرآن حکیم نے توحیدِ خالص پیش کرتے ہوئے خلق و امر اور ساری کائنات کی ربوبیت کا مستحق صرف خداوند کریم کو بٹھرایا۔ ملائکہ اور انبیاء کی الوہیت کی تردید کی، بت پرستی، ستارہ پرستی، جن اور شیطان، مخفی قوتوں، بھوت، کہانت اور دیگر اوہام و خرافات کی پرستش کا قلع قمع فرمایا۔ تعددِ آلہ کفارہ اور شفاعت کے من گھڑت معانی کا ابطال کیا۔ غیر خدا کی مشرکانہ تعظیم سے روک دیا۔ خدا اور مخلوق کے درمیانی واسطوں کے مشرکانہ اعتقادات کا ازالہ کیا اور شرک کے تمام شبہات آباد پرستی، قبر پرستی، قوم پرستی، وطن پرستی، اور رنگ و نسل کی پرستش سے بھی انسان کو روک دیا۔ اس کے ساتھ ہی خداوند تعالیٰ کی حقیقی عظمت سے روشناس کراتے ہوئے جسم و جہت، مادہ اور کثافت کے ہر ظاہری اور باطنی عیوب اور انسانی مزعمات سے اس کی تزیین و تقدیس فرمائی۔ انسان کو اس کی صفات جمال و کمال سے آگاہ کیا۔ اس کے علاوہ قرآن نے خالق اور مخلوق کا صحیح مرتبہ بھی متعین کر دیا کہ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا، نہ کوئی اس کا رشتہ دار ہے اور نہ کوئی اس کا برابر یا ہمسر۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً قل هو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفو احد۔

اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں

وہ بادشاہ ہے، پاک ذات، سب عیوب سے

هو اللہ الذی لا الہ الا

هو الملک القدوس السلام

المومن المحييين العزيز الجبار المتكبر
سبحان الله عما يشركون هو الله
الخالق البارئ المصور له الاسماء
الحسنى يسبح له ما فى السموات
والارض فهو العزيز الحكيم -

سالم، امان دینے والا، پناہ میں لینے والا زبردست
وباء والا صاحب عظمت پاک ہے اللہ ان کے
شریک بتلاسنے سے وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا
نکال کھڑا کرنے والا، صورت بنانے والا۔ سب
عمرہ نام اسی کے ہیں پاکی بول رہا ہے اسکی جو

کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور وہی زبردست حکمتوں والا ہے۔

ساری کائنات اس کے لئے جمیثیت مخلوق برابر ہے اسکی بارگاہ میں فضیلت اور شرافت
کا مدار نہ تو کسی کا مخصوص نسب قوم اور وطن ہے نہ کسی کا خاص رنگ، زبان یا دوسرے دنیاوی
امتيازات، اسکی بارگاہ میں بزرگی اور تقرب کی شئی ہر شخص کے ذاتی اوصاف اور کمالات ہیں۔
ان اکرمکم عند الله اتقاکم - بیشک تم میں سے سب سے معزز تم میں سے
زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

ہر شخص اپنے عمل کا خود محاسب ہے، کسی کا عمل، قربانی یا محنت دوسرے کی غفلت اور کوتاہیوں
کا کفارہ نہیں بن سکتی۔ ورنہ ایک کے جرم میں دوسرا پکڑا جاسکتا ہے۔
فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ
ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرہ
جس نے ذرہ برابر نیکی یا برائی کی وہ اس کا بدلہ
پائے گا۔

اس بارہ میں قرآن کریم صحف اولیٰ اور صحت ابراہیم و موسیٰ کے حوالہ سے اس فطری اور سچی بات
کو دہراتا ہے جسے ان انبیاء کے پیروں نے کفارہ اور ابنیت کے عقیدوں سے بدل دیا تھا۔
ان لیس للانسان الا سلعی
وان سعیہ سوف یرى ثم یجزا
الجزاء الا وافی -
انسانا نہیں کوئی اثاثہ والا بوجہ کسی دوسرے کا
اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا اور
یہ کہ اسکی کمائی اسکو دکھلائی ضرور ہے پھر اس کو بدلہ
ملتا ہے اس کا پورا بدلہ۔

اُس کا ارشاد ہے :

انی لا امنیع عمل عامل منکم
من ذکر و انشی -
بیشک میں تم میں سے کسی مرد اور عورت کی
محنت ضائع نہیں کرتا۔

خداوند عالم، ایمان اور اسلام، خالق اور مخلوق کے باہمی تعلق کے بارہ میں قرآنی تعلیمات کی طرف سے

یہ صرف چند اشارات ہیں جسکی تفصیل سے مختلف اسالیب اور پیرایوں میں پورا قرآن مجید اول تا آخر لبریز ہے۔

قرآن کے اخلاقی فلسفے کی روح | قرآن کریم سب سے پہلے توحید ایمان اور اسلام کی شکل میں انسان کے علمی فکری اور نظری قوت کو تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ اور پھر اس بنیاد پر اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی عمارت اٹھانا چاہتا ہے۔ اور یہی ایمان، تصور آخرت، اور عقیدہ احتساب، اسلام کے اخلاقی فلسفے کی روح ہے جس کے بغیر تمام اخلاقی فلسفے بے جان ڈھانچے ہیں۔ یہ روح اگر تروتازہ اور توانا ہے تو انسانی فطرت صحیح ضمیر زندہ اور حاسہ اخلاق بیدار ہے۔ جس کی وجہ سے تمام اعمال و اخلاق فاضلہ اسکی طبیعت اور عادت بن جاتے ہیں اور وہ بذاتِ اخلاق اور تمام برائیوں سے خود بخود بیزار اور دستبردار ہو جاتا ہے۔ خداوند کریم نے ایمان کی اس سراسر حیثیت کو اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ إِلَيْكُمْ لَا يُحِبُّ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ	خداوند تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب اور پسندیدہ بنایا اور کفر گناہ اور نافرمانی سے تمہارے دلوں میں نفرت ڈال دی یہی لوگ اولئک هم الراشدون -
---	--

پھر وہ اعمال و اخلاق کی غرض و غایت کسی مادی، وقتی یا فانی منفعت کو نہیں بلکہ خداوند کریم کی خوشنودی و رضائے مولیٰ دائمی زندگی، سرخروئی آخرت، حصولِ جنت اور درجاتِ عالیہ کو قرار دیتا ہے۔
— قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهُ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهُ —

اور جگہ جگہ اعمال و اخلاق کی مقبولیت کا دار و مدار اتباعِ مرضات اللہ، اتباعِ وجہ اللہ، اتباعِ وجہ ربِّ الاعلیٰ کو بناتا ہے۔ دنیا کے تمام اخلاقی فلسفے سقراط اور افلاطون اور ارسطو کی اخلاقیات کسی نہ کسی مادی مقاصد اور فوائد پر مبنی ہوتے۔ اور مادی چیزیں بدلتی رہتی ہیں۔ قرآن کریم نے ایمان کے ذریعہ حسن اخلاق اور اعمال صالحہ کا رشتہ اللہ تعالیٰ مَرْضیات اور نیتِ خالصہ سے باندھ کر ہر قسم کی مادی آلائشوں اور تمام تغیر پذیر اثرات سے پاک و صاف کر دیا۔ اس معاملہ میں وہ طرح طرح کی ترغیب و ترہیب سے کام لے کر ایمان باللہ کے ذریعہ انسان کے اندر سے اس کے ضمیر اور روحانی قوتوں کو بیدار کرتا ہے۔ خوشنودی مولیٰ کی طلب اور ایمان و اخلاص سے خالی کوئی عمل اس کی بارگاہ میں مقبول نہیں اسکی نگاہ میں ایمان کے بغیر انسان کی کوئی خوبی اخلاقی فاضلہ

کے زمرے میں نہیں آسکتی۔ مادی منفعت پر مبنی خوش اخلاقی کو درحقیقت نفاق اور خود غرضی سمجھتا ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ
يَحْسِبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ
لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا۔ (نور)
خدا اور آخرت نہ ماننے والوں کے کام ایسے ہیں
جیسے میدان میں ریت۔ کہ پیاسا اسکو پانی سمجھ کر وہاں
جاتا ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں پاتا۔

نیکیوں میں دنیاوی مقاصد کی ملاوٹ کو وہ بطلان عمل کا باعث سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے صدقات کو جتانے سے برباد کر کے ان لوگوں کی طرح مت بنو جو دکھلاوے اور نمود کیلئے مال و دولت خرچ کرتے ہیں۔ اور خدا و آخرت پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ

یورپ کے اخلاق کی حقیقت | تصور آخرت اور ایمان کے بغیر حسن و اخلاق اور تہذیب و تمدن کی مثال یورپ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ جہاں تمام اخلاق و اعمال کو صرف مادی نفع نقصان کے ترازو میں تولد جاتا ہے۔ وہاں کی اخلاقیات استحصال زر اور جلب منفعت میں محدود ہو کر رہ گئی ہے اور صرف وہی خوبیاں اپنائی جاتی ہیں جو ملک اور سوسائٹی کے لئے مادی لحاظ سے کچھ نہ کچھ فائدہ رکھتی ہوں۔ مثلاً معاملات میں صفائی اور دیانت۔ وعدہ کی پابندی نظم و ضبط۔ باہمی تعاون۔ وقت کی پابندی اور حب الوطنی وغیرہ۔ اور جن اخلاق حسنہ میں اسے مادی نفع نظر نہیں آتا۔ یورپ اس کے بارے میں مفلس اور تلاش ہے۔ شرم و سہیا، عفت اور عصمت، بزرگوں کا ادب، بچوڑوں سے شفقت، کنبہ پروری، رشتہ داروں کے حقوق، انسانیت کا احترام، دوسری قوموں کی پاسداری، خلق خدا سے ہمدردی وغیرہ اخلاق حسنہ سے تصور آخرت اور ایمان نہ ہونے کی وجہ سے یہ اقوام محروم ہیں جن سے ظاہر ہے کہ جو مادی اخلاق وہ اپنائے ہوئے ہیں وہ محض کاروبار اور تجارت اور منفعت پر مبنی ہیں، جو نفاق میں شمار ہو سکتے ہیں۔ مگر اخلاق میں نہیں۔ الغرض کسی قوم فرد یا معاشرہ کا واقعی معنوں میں مہذب ہونے کیلئے لازمی چیز ایمان اور تصور آخرت ہے جس کے بغیر تمام عقلی موشگافیاں اور منطقی استدالات اور فلسفیانہ تعلیمات تعمیر اخلاق انسانی میں ناکام ہیں۔ یہ ایمان و اسلام جس کا قرآن کریم مطالبہ کرتا ہے۔ انسان کا اپنے تمام قویٰ اور صلاحیتوں اور خواہشات کا رب العالمین کو مکمل سپردگی تفویض تمام اور تسلیم کامل کا نام ہے جس کی وجہ سے تمام خواہشات اس کی مرضی میں ڈھل کر رذائل اخلاق کی جڑیں خود بخود کٹ جاتی ہیں۔

عبادات | ایمان اور اعتقاد کے بعد قرآن کریم میں عبادت کا درجہ ہے جو اس ایمان اور عقیدہ کے مظاہر اور علامات ہیں اور قرآن کریم کا اکثر حصہ عبادت بالخصوص ارکان اسلام سے متعلق ہے۔

قرآن حکیم نے ایمان کے ذریعہ قوتِ علمیہ کی تطہیر اور اصلاح کرنے کے بعد جو عبادات لازم کیں اور جن پر اسلام کی ساری عمارت استوار ہوتی ہے۔ یعنی نماز روزہ زکوٰۃ اور حج ان میں سے ہر ایک عبادت اپنے اور بیشتر مصالح کے علاوہ اصلاح اخلاق اور تعمیر سیرت کا وسیع اور ہمہ گیر نظام بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اور ہر رکن عظیم الشان اخلاقی اثرات کا حامل ہے۔ اور قرآن کریم زندگی بھر ہر روز پانچ مرتبہ نماز کی شکل میں زندگی کے ہر سال کا ایک مہینہ روزہ اور ایک دفعہ زکوٰۃ اور قربانی کی شکل میں اور زندگی میں ایک مرتبہ حج کی شکل میں اخلاقیات کی عملی تربیت دینا چاہتا ہے۔ یہاں ہم قرآن پاک کی بعض اساسی عبادات پر اس حیثیت سے قدرے روشنی ڈالتے ہیں۔

نماز اور تعمیر اخلاق | نماز جسے اسلام کی اہم ترین اساس اور ایمان و کفر کے درمیان حد فاصل قرار دیا گیا ہے۔ وہ نہ صرف بدن اور جسم کو شائستہ و پاکیزہ بنانے بلکہ باطن کو مہذب بنانے کا بھی ایک جامع نظام ہے، اس کے حقوق و آداب کی رعایت اور اہمیت کے احساس کے بعد اخلاق نفس درست اور اخلاق رذیلہ کا فہرہ ہوجاتے ہیں۔ بیشک صلوٰۃ جس کے مفہوم میں بدلانا داخل ہے اخلاقی خبیثہ کو جلا دیتی ہے۔ وجہ یہ کہ نفس کی بدخلق کی بنیاد انسانیت اور کبر نفس ہے۔ یہی دو چیزیں بیشتر خرابیوں، فساد ذات البین، عجب و غرور، باہمی جدال و قتال، قتل و غارت، بدگوئی اور سب و تم، اوروں کی تحقیر و تذلیل، خود فریبی اور خود ستائی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ جنگی وجہ سے پوری دنیا ہنہم زار بن جاتی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ تکبر نفس زبردست پر ظلم و تعدی اور دوسروں سے حسد و عناد، بدگوئی، مکاری اور دغا بازی کا باعث بن جاتا ہے۔ جن میں سے ایک حسد و بھڑکنا نہ خصلتوں کی جڑ بن جاتا ہے جس سے غضب و نہب، ڈکیتی، سرقت، رشوت، شہوت اور غلی، طمع اور لالچ پیدا ہونے لگتے ہیں۔ نماز جس کے ایک ایک رکن ہر حرکت و ادا اور ایک ایک لفظ سے خداوند تعالیٰ کی عظمت و سطوت اس کے مالکیت و بربریت اور متصرف مطلق ہونے کا اقرار و اعتراف نمایاں ہے۔ قرآن کریم نماز کی شکل میں دن میں پانچ مرتبہ انسانی برائیوں کی اس بنیاد کبر نفس پر تیشہ چلاتا ہے۔ نمازی اپنے قول و عمل اور تمام حرکات و سکنات کے ذریعہ اعلان کرتا ہے کہ تمام

صفات کمال و جمال اور ہر حدود ستائش کی سزا اور صرف وہ ذات ہے ہوتا ہے اور باقی ساری مخلوق عاجز اور محتاج ہے۔ اس کا ہر ہر عمل عجز و خشوع، تسلیم اور انقیاد، عاجزی اور تفریع کلی کا آئینہ دار ہوتا ہے، وہ اپنی نماز کے فدیجہ اعلان کرتا ہے کہ ترفع اور تکبر، انانیت اور غرور تو ایک طرف میں تو اتنا سراپا احتیاج ہوں کہ انتہائی پستی اور آخری ذلت کیلئے ناک اور پیشانی تک خاک میں گر رہا ہوں۔ پس جبکہ نماز کبر نفس کو شاکر انسان کو تمام آثار خبیثہ سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔ تو خمشاء اور منکر جاہ اور باہ کی بدستی اور بے اعتدالی، قوی اور فکری گناہوں اور اخلاقی گراؤٹ کو پھر نفس میں کہاں پناہ مل سکتی ہے۔ قرآن کریم نے نماز کے اس اخلاقیاتی پہلو کو خاص طور سے ذکر فرمایا۔

ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنکر بشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی

ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔

ولذکر اللہ اکبر۔

اور حضور نے ارشاد فرمایا :

”جبکی نماز اس کو برائی اور بدی سے باز نہ رکھے اسکی نماز نماز ہی نہیں۔“

یہ تو نماز کا سببی پہلو ہے۔ ایجابی پہلو یہ ہے کہ تزکیہ نفس اور تطہیر اخلاق کے ساتھ ساتھ نماز انسان میں وہ اخلاق حمیدہ پیدا کرنا چاہتی ہے جو ایک ہذب انسان کیلئے ضروری ہیں۔ گویا نماز بیک وقت تخلیہ اور تخلیہ دونوں ذمہ داریاں سنبھالنے ہوئے ہے۔ مثلاً صرف سورۃ فاتحہ کو بیچنے جو نماز کی روح ہے۔ اس کا آغاز ہی الحمد ہے ہوتا ہے۔ جو رب العالمین کا شکر اور اس کی عظمتوں کا اعتراف ہے۔ صبر کو لیں تو نماز لذائذ اور خواہشات نفس سے دستکشی ہے۔ اخلاق و احسان کو لیں تو وہ نماز ہی ہے جسے ان تعبد اللہ کانک تراہ اور معراج المؤمنین کہا گیا ہے۔ سخاوت اور ایثار کو لیں تو نماز ماسوائے خدا کے ساری مخلوق کو قربان کر کے اور تکبر کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس سے براءت ظاہر کر دیتا ہے۔ غرض صدق و عفاف، تسلیم و انقیاد، ضبط و تنظیم، اجتماعیت اور جمعیت خاطر، شوق و ذوق، شجاعت اور قہر نفس، تواضع اور فروتنی، انفاق و ایثار کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اس جامع العبادات و ملل عبادت یعنی نماز میں موجود نہ ہو۔

اس کے علاوہ نماز کا ایک اور اخلاقی پہلو ہے۔ وہ یہ کہ نماز مسلمانوں کو باہمی الفت و محبت ایک دوسرے کے حالات کی خبر گیری، غم و خوشی میں شرکت جیسے اوصاف سے آراستہ کرتی ہے وہ دن میں پانچ مرتبہ اہل محلہ اور ہفتہ میں ایک بار صلوٰۃ جمعہ کی شکل میں سارے شہر اور سال میں

دو بار عیدین کی شکل میں دودھ دلاؤ تاکہ کسے دیہات کو اکٹھا کرتی ہے۔ اور باہمی محبت و تعارف اور تعاون و تعاقد کا ذریعہ بنتی ہے۔ ان اجتماعی فوائد ہی کی وجہ سے وہ دیہات میں نماز جمعہ اور صلوٰۃ عیدین کی اہمیت نہیں دیتا اور جمعہ بھی شہر کی صرف ایک ہی مسجد جامع میں افضل قرار دیتا ہے۔ نماز کی اس جامع ترین حیثیت کی وجہ سے قرآن کریم نے اسے اپنی اکثر تعلیمات کا محور قرار دیا اور حضرت فاروق اعظمؓ نے اس جامعیت اور ہم گیری کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمان جاری کیا کہ :

ان اہم امور کے بعد عید الصلوٰۃ
یہ سب سے نزدیک تھا اہم ترین کام نماز ہے اور میں
میں منع ہوا تھا سوا اس کے۔
نے اسے ضائع کیا تو وہ باقی حقوق اور فرائض

کو بدوجہ اولیٰ برباد کرنے والا ہوگا۔

مستور نے اسے عماد الدین (دین کا ستون) اور اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔ راتوں کا اکثر حصہ اپنے ساتھیوں سمیت نماز میں گزارتے۔ یہاں تک کہ پاؤں پھٹ جاتے اور خون بہہ نکلتا۔
ان سبک بعلہم انک تقوم ادنی
من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ
وطائفة من الذین معک۔
رات کے اور کچھ لوگ تیرے ساتھ کے (شیخ الہند)
اس تفصیل کی روشنی میں بلا کسی تذبذب کہا جاسکتا ہے کہ جو قوم نمازی نہیں دے کبھی بااخلاق نہیں بن
سکتی خواہ وہ کتنی ہی ترقی یافتہ اور متقدم کیوں نہ ہو اس کی ترقی اور تمدن فواحش اور منکرات سے پاک
نہ ہوگی۔

روزہ اور تعمیر اخلاق | انسان کو ملوثی قوتوں کے ساتھ حیوانی جبلتیں بھی دی گئی ہیں جو بسا اوقات

اخلاقی غرایبوں کا سرچشمہ بن جاتی ہیں۔ قرآن کریم روزہ کے ذریعہ ملوثی صفات کو قوت بہیمہ پر غالب کرنا چاہتا ہے اور روزہ کی شکل میں زندگی کے حلال اور طیب لذات سے کنارہ کشی کر کے انسان کے اندر ضبط نفس، تحمل اور صبر کا مادہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ انسان کی تمام معنوی اور ظاہری صلاحیتیں ایک حق و قیوم ذات کی مرضی میں دھل جائیں اس وجہ سے قرآن کریم نے روزہ کو تقویٰ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ لعلمہم تتقون اور تقویٰ وہ صفت ہے جس سے آراستہ ہو کر انسان اخلاقیات عالم کا "نسنہ جامعہ" بن جاتا ہے۔ اس لئے کہ صرف یہ ایک لفظ تقویٰ اسلام کی تمام تعلیمات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے تقویٰ کی

حقیقت دریافت کی انہوں نے جراب میں فرمایا : اما سلکت طریقاً ذا شک۔ کیا آپ کی ایسے راستے سے نہیں گزرے جہاں کانٹے دار بھاریاں ہوں۔؟ فرمایا : ہاں۔ تو حضرت ابیؓ نے پوچھا کہ : پھر آپ نے کیا کیا۔؟ تو آپؐ نے فرمایا : فتمرت واجتهدت۔ میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے اور اس سے بچتا ہوا گزر گیا۔ حضرت ابیؓ نے فرمایا کہ خواہشات اور منکرات و لذائذ کی غار دار بھاریوں سے بچ کر نکلنا یہی تقویٰ ہے۔ پھر اس لحاظ سے کہ اس میں نفس سے مقابلہ اور مقاومت ہے جو دشمنوں کے مقابلہ سے بھی شدید ہے۔ حضورؐ نے اسے جہاد اکبر کہا اور صبر طح زکوٰۃ کے ذریعہ مال کا میل کھیل نکل جانا ہے۔ روزہ کے ذریعہ جسم کے فاسد مادے اور نفسانی بیماریاں الگ ہو جاتی ہیں۔ اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں اسے جسم کی زکوٰۃ کہا گیا ہے، یعنی جسم کو پاک و صاف کرنے والی چیز۔ اور روزہ کے مہینہ کو رمضان کہا گیا یعنی اخلاق فاسدہ اور معاصی و آثار کو جلاسنے والا مہینہ۔ پھر اس میں تخلق باخلاق اللہ یعنی خداوند کریم کے اخلاق و صفات کو اپنانے کا پہلو بھی موجود ہے۔ جو استغناء عن الخلق اور مخلوق سے بے نیازی ہے۔ اس وجہ سے اس کے اجر و ثواب کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف منسوب کر دیا۔ الا الصوم فانہ لی دانا اجزی بہ۔ روزہ خالص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ گویا اس میں اخلاق صمدیت کی جھلک پائی جاتی ہے۔ تعمیر سیرت میں حیوانی خواہشات پر کنٹرول کرنے کا بنیادی حصہ ہے۔ اور یہ صفت صبر سے حاصل ہوتی ہے، جو علماء اخلاق کے نزدیک ایک بنیادی خلق ہے۔ اور روزہ اس کے حصول کا بہترین ذریعہ۔ اس واسطے روزے کو حدیث میں نصف صبر اور صبر کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔ اور بناء بر قول مفسرین صابرین سے صائمین ہی مراد ہیں، جن کو آیت : انما یوفی الصبرون اجرهم بغیر حساب میں بے حساب اجر و ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ پھر اس میں صبر کے علاوہ دوسروں کے ساتھ غمخواری اور ہمدردی فقر و غریب کے دکھ درد کا عملی احساس دلانا بھی مطلوب ہے۔ اس لئے حضورؐ نے شہر رمضان کو شہر الصبر و التماساۃ کہا۔ یعنی صبر اور غمخواری کا مہینہ۔ اس طرح قرآن کریم نے سال کا پورا مہینہ تعمیر اخلاق اور تہذیب نفس کیلئے مخصوص کر کے رمضان میں صرف ترک اکل و شرب اور جماع سے احتراز کو لازم نہیں کیا۔ بلکہ ہر اخلاقی برائی، تمام منکرات اور فحاش سے کنارہ کشی کو ضروری قرار دیا۔

حضرت نے ارشاد فرمایا :

من لم یبدع قول الزور والعلل
به فلیس بالله حاجۃ فی ان
یدع طعامه وشرابه۔
جس نے بڑے اعمال و اقوال جھوٹ وغیرہ سے
احتراز نہ کیا تو اللہ کے ان ایسے روزہ کی کوئی
اہمیت نہیں۔

ایک دوسرے ارشاد میں بھی اخلاقی خرابیوں سے سختی سے منع فرمایا۔

اذا کان یوم صوم احب فلا یرفث
ولا یتغلب فان سابه احد
او قاتله فلیقل فی ماله۔
جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ کوئی بے ہودہ
حرکت نہ کرے، نہ تیزی سے بولے اور نہ لڑائی
جھگڑے کا جواب گالی مٹوج سے دیا کرے۔

ایک اور موقع پر حضرت نے غیبت کو معطر صوم قرار دیا۔ اور لوگوں کو کھلانے پلانے اور ماتحت مزدور
اور مظلوموں پر تخفیف اور آسانی لانے کی تاکید فرمائی۔

زکوٰۃ اور تعمیر اخلاق | محبت مال میں غلو اور افراط کو ہر برائی کی جڑ کہا گیا ہے۔ تادم کے ہر دور
میں ظلم اور حقوق کی پامالی لوٹ گھسٹ، جنگ و جدال اور کمزوروں پر غلبہ و استیلاء کے تمام واقعات
میں یہی حیوانی جذبہ زیادت مال کا فرما رہا ہے۔ اس نے حضرت نے فرمایا حرص یعنی مال کی محبت سے بچو
اس حرص نے پہلے لوگوں کو برباد کیا اکثر اخلاق فاسدہ، خود غرضی، ناشکری، حسد و عناد، ظلم و فساد،
غضب و ہنس سرتہ، خالق اور مخلوق دونوں سے بے نیازی، غل، اسراف وغیرہ اس سے جنم
لیتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ افراط مال حب جاہ اور حب باہ کی بنیاد بن جاتا ہے جس کی وجہ سے
شہروانی اور غضبانی قوتیں بے اعتدال ہو جاتی ہیں جو بالآخر اخلاقی بربادی کے علاوہ معاشرہ کو اقتصادی
اور معاشی بدعالیوں میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ قرآن کریم نے زکوٰۃ کے ذریعہ جس کے مفہوم میں تزکیہ اور پاکیزگی
داخل ہے خرابیوں کی اس جڑ (حب مال اور حرص دنیا) کو کاٹ دیا اور مال کو ان خرابیوں کی بجائے ہمدردی
خلق، غمخواری، رعایت حقوق، احسان و کرم، جود و بخشش، اتفاق و ایثار جیسے اخلاق حسنہ کا ذریعہ بنا دیا
اور زکوٰۃ کے ذریعہ مال و دولت کو ایک طبقہ کی جاگیر داری سے نکال کر معاشرہ کے غریب طبقہ کے
دل میں امراء کے ساتھ بجلانے حسد، نفرت، بغض اور عداوت کی محبت، انس اور خیر خواہی پیدا کر دی۔
اس بنا پر زکوٰۃ کو صدقہ کہا گیا۔ یعنی تمام سچائیوں کا سرچشمہ اور زکوٰۃ دینے والوں کو متصدقین و متصدقات

لے حبہ الدنیا لاس کل خطیئۃ۔ (الحديث)

کہا گیا۔ یعنی قول و فعل اور قلب و عقیدہ کے سچے کیونکہ صدق ان تینوں کی سچائی کا نام ہے۔ خرد قرآن کریم نے زکوٰۃ اور صدقہ کو تطہیر نفس اور تزکیہ اخلاق کا نام دیا۔ فرمایا :

نخذ من اموالهم صدقة تطهرهم

و تزکیهم بها۔

پھر صدقہ کو صرف زکوٰۃ تک محدود نہیں فرمایا بلکہ اس جذبہ صدق و صفا کو ابھارنے کے لئے زکوٰۃ کے علاوہ صدقات نافلہ، انفاق فی سبیل اللہ، قربانی، نصف العشر (۱/۲)، ربع العشر (۱/۴)، خمس (۱/۵)، صدقۃ القطر، صدقات جاریہ عتق رقبہ، قرض حسنہ، ہبہ، عاریت وغیرہ کی بھی جا بجا تاکید فرمائی۔

ارشاد ہے :

اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔

۱۔ وانفقوا فی سبیل اللہ۔

کون شخص ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض۔

۲۔ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً۔

وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ تو کہہ دے

۳۔ یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔

کہ تمہارے خرچ سے جو پیچھے۔

...

اور وہ جن کے مال میں سائل اور محروم کا

۴۔ والذین فی اموالهم حق

حق ہے۔

للسائل والمحروم۔

جب تک اپنی پیاری چیز میں سے کچھ نہ خرچ کر دو

۵۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما

نیکی میں ہرگز کمال نہیں پاسکو گے۔

تحتبون۔

اور قرا بتدار مسکین اور مسافر کو اس کا حق دیا کرو۔

۶۔ مات فالقربی حقہ والمسکین

...

وابن السبیل۔

اور جو بھلائی تم نے خدا کی راہ میں کی اس کا پورا پورا

۷۔ وما تنفقوا من خیر یوفی الیکم

بدلہ تمہیں لوٹا دیا جائے گا۔

وانتم لا تظلمون۔

جو لوگ اپنے مال کو رات دن ظاہر اور مخفی طور پر

۸۔ الذین ینفقون اموالهم باللیل والنهار

خرچ کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاں ان کا اجر ہے۔ نہ

سراً وعلانیۃ فلهم اجرهم عند ربهم

ان پر ڈر ہوگا۔ نہ کوئی غم اور فکر۔

ولا خوف علیہم ولا هم یحزنون۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے جنت کے بدلے ان کے

۹۔ ان اللہ اشترى من المؤمنین

مال اور جان خرید چکا ہے۔

انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة۔

۱۰۔ ويطعون الطعام على حبة مسكيناً ويتيمناً واسيراً انما يطعمكم لوجه الله لا تريد منكم جزاء اولاً شكوراً۔
اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں خالص اللہ کی رضا کے لئے تمہیں کھلاتے ہیں تم سے نہ بدلہ چاہتے ہیں۔ نہ شکر یہ۔

مالی اور مادی امداد کے علاوہ باہمی ہمدردی حسن سلوک اور ہر قسم کے مروت اور احسان کو بھی صدقہ کہا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا :

ما من مسلم يزرع زرعاً او يخرس عرساً فليأكل منه انسان او ابنة الا كتب له به صدقة۔
جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کوئی کھیت بڑھے پھر اس میں سے کوئی انسان یا پرند پرند کھاوے وہ سب اس کیلئے صدقہ ہوگا۔

اس کے علاوہ اپنے اہل و عیال کیلئے کسبِ حلال اور مزدوری کسی مسلمان بھائی سے خندہ روئی سے ملنا کسی کو نیک بات بتلانے اور کسی کو شر نہ پہنچانے، کسی کے درمیان صلح اور انصاف کرنے، کسی کا بوجھ اٹھانے اور تکلیف دینے والی چیز راستہ سے ہٹانے کو بھی صدقہ کہا گیا ہے۔ غرض قرآن کریم اتفاقِ جوہ و بخشش کو اخلاقی نیکیوں کا گنجینہ قرار دیتا اور مختلف طریقوں سے اسکی ترغیب دیتا ہے۔

آج دنیا کی قومیں معاشی تفاوت میں کچھ تناسب و اعتدال پیدا کرنے کیلئے سوشلزم، کمیونزم، کیپٹل ازم اور دوسرے ناموں سے معروف عمل ہیں۔ مگر اسلام نے صرف ایک رکنِ زکوٰۃ کے ذریعہ انسان کے طبقاتی تفاوت اور افلاس و تنگدستی یا افراطِ زر سے پیدا ہونے والی تمام خرابیوں کی اصلاح کرنا چاہی۔ اگر اس نظامِ زکوٰۃ کو صحیح شکل میں اپنایا جائے تو ان تمام اخلاقی خرابیوں ظلم و غصب و ریس و فساد فقر و غربت گداگری اور عیاشی وغیرہ سب کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔

حج اور تعمیر اخلاق | عبادات میں حج چوتھا رکن ہے اور دیگر عبادات کی طرح یہ بھی نظمیں اخلاق اور اصلاحِ نفس کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ قرآن کریم حج کے ذریعہ اپنے بندہ کو گھر بار اہل و عیال قوم و قبیلہ ملک و وطن کے تمام تعلقات اور آلائشوں سے جدا کر کے تقدیس و تحمید اور تکبیر و تہلیل کی فضاؤں میں اس کی اخلاقی اور ایمانی تربیت کرنا چاہتا ہے۔ اور اس طرح خویش و اقارب، قوم و وطن کی محبت اور کاروبار زندگی میں انہماک سے جو اخلاقی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں حج کی شکل میں ان کا ازالہ کرنا مقصود ہے۔ وہ سراسر مجاہدہ اور ریاضت ہے اور مختلف طبقوں، مختلف قوموں، نسلوں مختلف زبانوں اور رنگتوں کو ایک لباس میں رکھ کر عملی شکل میں مساوات کا درس دینے کی بہترین صورت ہے وہ خدا کے گھر میں ان انواع و اقسام کے انسانوں کو جمع کر کے انہیں ایک رشتہ اخوت اور تعلقِ ایمانی میں

باندھنا چاہتا ہے۔

وہ لوگوں کو شدائد سفر کے ذریعہ صبر و تحمل، رفقہ کے باہمی حقوق، ضبط نفس اور جفاکشی کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ دنیا کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حالات سے باخبر کرنے، ایک دوسرے کی بہترین صفات اور اخلاق سیکھنے کا ذریعہ ہے وہ ایک عظیم ڈسپلن، اجتماعی نظم و ضبط کی عملی تربیت ہے۔ اس لئے اس سارے سفر میں برائے اور منکر سے سختی سے اجتناب کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جو اس اخلاقی اور روحانی مقصد کو نقصان پہنچانے والی ہو۔ وہ گالی گلوچ جھگڑا فساد فحش گوئی اور بے ہودہ حرکات کو منافی صحیح اعمال میں سے قرار دیتا ہے۔

فلارفت ولا فسوق ولا جدال پس کوئی بے ہودہ فحش گوئی برے اعمال جھگڑا

فی الحج۔ فساد کی گنجائش حج میں نہیں۔

اس کے تمام اعمال عرفات و منی کے مشاغل خانہ کعبہ کا طواف استلام اور سعی زار و قطار دونا اور حالت احرام میں ناخن اڈبال نہ اکھیڑنا جوں تک کو نہ مارنا، کسی جانور کا شکار نہ کرنا اس کے اندر تمام مخلوق سے استغناء، عشق و محبت سوز و تڑپ اور شفیقگی کے جذبات ابھارتے ہیں۔ اور آقا کے حکم پر تسلیم و تمکین کرنا، مخلوق کو حکم پل میں ایذا نہ دینا، شیطان اور شیطانی اخلاق سے بیزاری اور برائت کا اظہار ہے۔ حج کا یہ پورا موسم تہذیب نفس اور تربیت اخلاق کا نصاب ہے جس میں کامیابی پانے والے کو مغفرت اور دخول جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ وہ رذائل اخلاق اور ذنوب و آثام سے اس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسے کہ اس نے آج نیا جنم لیا ہو۔

مضرب اقدس نے حج کی اس خوبی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حج اور عمرہ دونوں نفسانی آلائشات اور معاصی کو ایسے دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے یا چاندی کی میل کو دور کر دیتی ہے۔

(باقی آئندہ)

رسالہ دارالعلوم دیوبند کے پاکستانی خریدار آئندہ رسالہ کا سالانہ چندہ مبلغ ۱۰ روپے ناظم صاحب رسالہ بنیات مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاون کراچی رہ کر روانہ کر دیں اور کوپن پر انہیں یہ ضرور لکھیں کہ یہ رسالہ دارالعلوم کی رقم ہے۔ مولینا انوری کے یہاں اب رسالہ دارالعلوم کا چندہ نہ بھیجا جائے۔ مولینا کے یہاں سے انتظام بدل دیا گیا ہے۔